تاثرات، معروف صحافی زیڈ اے سلہری

شریعت بل، اسلامی انقلاب کی جانب ٹھوس قدم

مغرب پرست اور "ترقی پسند" (ترقی پسندوں کو اب داوین کے بارے میں ہی مقید کرنا پڑتا ہے کہ جس روسی نظریاتی حوالے سے وہ اپنے آپ کو بڑے افتخار سے ترقی پسند کہتے تھے وہ حوالہ اب زنگ آلود اور فرسودہ ہو چکا ہے) طبقوں کا سینٹ میں متفقہ طور پر شریعت بل پاس ہو جانے سے بوکھلانا تو متوقع تھا ہی لیکن معاشرے میں ان منافقوں کی حالت پریشانی دیدنی ہے جو بظاہر ہمہ وقت اسلام کا نام جپتے تھے اور اس کے نفاذ کی دعائیں کرتے تھے لیکن دل سے چاہتے تھے کہ حالات حسب سابق چلتے رہیں۔ دراصل ان سب لوگوں کا خیال تھا کہ اگر بیالیس سال بخیریت گزر گئے اور ان میں شریعت کے عملی جامہ پہننے کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوا تو اب کیونکر ہو سکتا ہے جبکہ از سر نو جمہوریت رائج ہے اور ایک روشن خیال، سیکولرازم اور سوشلزم کی علمبردار سیاسی قیادت برسر اقتدار ہے اور پھر یہ شریعت بل 85ء میں جونیجو صاحب کی وزارت عظمٰی کے دور میں پیش ہوا تھا۔ ان کے زمانے میں پاس نہ ہوا تو اب کیسے پاس ہو جائے گا۔ اس پیشرفت کا کچھ تجزیہ کرنے کی ضرورت ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ شہید صدر ضیاءالحق کی "باقیات" میں سے ایک بہت قیمتی اثاثہ وہ اسلامی فضا تھی جو ایوبی دور میں جن کی ابتدا 56ء کے دستور کی منسوخی سے ہوئی تحلیل ہونی شروع ہو گئی تھی۔ بھٹو دور میں تو مسلم قومیت کی شکست و ریخت کے ساتھ (جس کی بنا پر ملک دولخت ہوا) اسلامی عصبیت بھی غائب ہو گئی اب سیکولرازم اور سوشلزم کے نظریات کا راج تھا اور اسلام کو ایک کونے میں دھکیل کر "دین" یعنی چرچ کا غیر فعال کردار دے دیا گیا تھا۔ بھٹو کے خلاف نظام مصطفیٰؐ کے نفاذ کی تحریک بلاوجہ نہ چلی تھی، وہ بھٹوازم کے خلاف عوامی بغاوت کا مظہر تھی۔ اس طرح 58ء سے 77ء تک اسلام کم و بیش نظرانداز رہا اور کسی جانبدار تحریک یا پالیسی کا مرکز و محور نہ رہا لیکن جب جنرل ضیاءالحق نے ملک کو خانہ جنگی سے بچانے کے لئے حکومت کی کمان سنبھالی تو انہوں نے تحریک نظام مصطفیٰؐ کو حقیقت ثابت بنانے کا بیڑہ اٹھایا۔ مجھے یاد ہے کہ جب مارشل لاء کے نفاذ کے کچھ ہی دنوں بعد مجھے انہوں نے ملاقات کے لئے راولپنڈی بلایا اور میں عصر کے بعد وقت مقررہ پر ان کی رہائش گاہ آرمی ہاؤس گیا تو وہ لان میں بیٹھے چند اصحاب سے نظام اسلام کے نفاذ کے متعلق باتیں کر رہے تھے۔ میرے پہنچنے پر تھوڑی دیر بعد انہوں نے اپنے ملاقاتیوں کو رخصت کرتے ہوئے کہا "میں اسلام کا ایسا کلا ٹھوک کے جاؤں گا کہ اسے کوئی ہلا نہ سکے گا" نظام اسلام کے نفاذ کے لئے انہوں نے بہت کوششیں کیں، بہت سے تعلیمات اسلامی کے ادارے قائم کئے، بہت سے علماء سے مشورے کئے لیکن مکاتب فکر کے اختلافات ان کے آڑے آئے پھر بھی انہوں نے زکوٰۃ کے نظام کی بنا رکھی، حدود آرڈیننس جاری کیا، سود کے امتناع کی کوشش کی لیکن سود کا امتناع کسی ایک مسلم ملک کے بس کی بات نہیں تھا یہ بین الاقوامی مغربی اقتصادی نظام کا جزو لاینفک ہے اور جب تک مغرب کے اقتصادی نظام سے آزاد بین الاقوامی اقتصادی نظام رائج نہیں ہو جاتا اس سے چھٹکارہ ناممکن ہے اگر آپ مغربی ملکوں سے قرض لیتے رہیں گے (آئی ایم ایف کے قرض کے بغیر آپ کا بجٹ نہیں بن سکتا) اور انہیں سود دیتے رہیں گے تو آپ قرآنی فرمان پر عمل نہیں کر سکتے۔ بایں ہمہ اس جہت میں صدر ضیاءالحق کی کوشش ان کے خلوص کی نشاندہی کرتی ہے اسی طرح انہوں نے نظام صلوٰۃ کو ترویج دی اور لوگوں نے سیکرٹریٹ میں بھی باقاعدہ با جماعت نماز پڑھنی شروع کر دی۔ صدر کی اسلامی ذہنیت کا سرکاری ذرائع ابلاغ خاص طور پر ٹیلی ویژن پر بھی اثر پڑنے لگا اور معاشرے میں نماز، روزے، عمرے، حج کے ساتھ اسلامی فکر کے نئے سوتے پھوٹنے لگے۔ مختصراً صدر کی پیروی میں اسلام ہماری روزمرہ کی زندگی میں ایک

موثر عامل کی طرح سرایت کر گیا ہے پچھلے قریب دو عشروں کی طرح پس پشت نہ ڈالا گیا' ضیاء دور کے اسلامی ماحول کا اگر کچھ عکس ایوب' یحییٰ اور بھٹو کے ادوار کے پس منظر سے اجاگر ہوتا ہے تو اس کا گہرا احساس جینئیر دور سے ہوتا ہے جس میں تسبیح بھی ہے' عمرہ بھی ہے' پیروں کے مزاروں پر چادریں چڑھانے کی رسم بھی جاری ہے لیکن معاشرتی فضا ہے کہ اسلامیت سے معرا اور مغربیت سے مملو ہوتی جا رہی ہے اور یہ اسی نظر و فکر کا اثر ہے کہ سینٹ میں شریعت بل پاس ہوتے ہی حکومت کے دو جغادری وزراء نے قومی اسمبلی میں اس کی مخالفت کرنے کا دو ٹوک اعلان کر دیا' سو معلوم ہو گیا کہ عوام کی خوشنودی کے لئے اسلام کا نام لینا ایک چیز ہے اور اسلام کے قوانین کو ماننا دوسری چیز اور اصل شے تو عمل ہے نا کہ دکھاوا' تو آپ دیکھیں گے کہ شریعت بل نے فرقان کی ممتاز حیثیت حاصل کر لی اور عوام نے ضیاء اور موجودہ دور میں اسلامی اقدار کے متعلق بین فرق کو محسوس کیا۔ عوامی ردعمل کی مدد اور مظاہرے سے سینٹ بھی متاثر ہوا اور اس نے شریعت بل پاس کر دیا پھر بھی آپ پوچھیں گے کہ یہ بل تو صدر ضیاء الحق کے زمانے 85ء میں سینٹ کے سامنے پیش کیا گیا تھا اسے پاس ہونے میں اتنا وقت کیوں لگا؟ تو اس کی وجہ سن لیجئے بے شک 85ء میں جنرل ضیاء الحق صدر مملکت تھے لیکن ملک میں غیر جماعتی انتخابات کے ذریعے جمہوریت آ چکی تھی اور محمد خان جونیجو وزیر اعظم بن گئے تھے' جونیجو صاحب وزیر اعظم تو بن گئے تھے لیکن تھے صدر ضیاء الحق کے نامزد اور انہیں یہ احساس کھائے جا رہا تھا کہ صدر کے مقابلے میں ان کی پوزیشن کمزور ہے۔ سو اپنی پوزیشن کو مضبوط بنانے کے لئے انہوں نے تین اقدامات کئے' ایک تو پارلیمنٹ کے ارکان کو رام کرنے کے لئے انہوں نے ترقیاتی سکیم کے نام پر فی کس پچاس لاکھ کا بھتہ مقرر کیا' دوسرے انہوں نے مسلم لیگ پارلیمنٹری پارٹی بنا کر نہ صرف ہاؤس کو غیر ضروری طور پر دو ٹکڑوں میں بانٹا (چونکہ تمام ارکان نے جونیجو صاحب کی نامزدگی کی توثیق کی تھی جبھی ان کی حمایت کو تیار تھے) بلکہ غیر جماعتی انتخابات کی روح کو مجروح کیا اور ایک غیر جماعتی اسمبلی کو جماعتی اسمبلی میں تبدیل کر دیا۔ تیسرے انہوں نے فلور کراسنگ کے خلاف اسمبلی سے ایک قانون پاس کرایا جس کی رو سے پارلیمنٹ کی اکثریت ان کے احکامات کی تابع ہو کر رہ گئی (یہ کہ اس عمل سے ملک میں مسلم لیگ کی لوٹ پھوٹ کا لنگ سامان ہوا' اس کے علاوہ ہے) اس طرح جونیجو صدر ضیاء الحق کا مقابلہ کرنے کے تو قابل ہو گئے (اسی طاقت کے بل بوتے پر انہوں نے صدر مملکت سے 87ء کے بجٹ کی جو دو بار پیش ہوا' ایک بار وزارت کی طرف سے اور دوسری بار جونیجو کی طرف سے جس میں جرنیلوں کو سوزوکی گاڑی استعمال کرنے کا حکم صادر فرمایا گیا۔ دستوری منظوری لی گوارا نہ کی' نیز کابل میں بغیر عبوری حکومت بنانے کے اہتمام کے جنیوا معاہدات پر دستخط کرنے میں تعجیل کی جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ افغانستان میں آج تک روسی افواج کے انخلاء کے بعد بھی افغان مجاہدین کا خون بہہ رہا ہے) یوں جونیجو صاحب طاقت سے تو مسلح ہو گئے لیکن انہوں نے کارہائے نمایاں کیا سر انجام دئے؟ اس وقت ایک ہی کارنامے کا ذکر درکار ہے جس کا تعلق شریعت بل سے ہے' جونیجو صاحب نے سینٹ کے مسلم لیگ ارکان کو شریعت بل میں غیر ضروری دلچسپی لینے اور "جلد بازی" کرنے سے روکا اور اس طرح یہ معاملہ پانچ سال تک کھٹائی میں پڑا رہا۔ موجودہ دور میں اس ضمن میں پیشرفت کا یک سبب ہے کہ نہ صرف حالیہ غیر اسلامی فضا میں گھٹن کا احساس بڑھا بلکہ مسلم لیگ کے ارکان بھی جونیجو صاحب سے ہوئے آزاد ہو گئے ہیں اور انہوں نے سینیٹرز قاضی عبداللطیف اور مولانا سمیع الحق کی طرف جنہوں نے شریعت بل تیار کیا تھا (ایں سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ) دست تعاون بڑھایا اور اس طرح وہ سینٹ میں متفقہ طور پر پاس ہو گیا۔ یہاں ایک بات یہ بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ جونیجو حکومت کو ڈس کر کے سب سے پہلا جو کام شہید صدر ضیاء الحق نے کیا تھا کہ وہ مختلف مکاتب فکر کے علماء کی مجلس مشاورت کی تشکیل تھی جس کے ساتھ مسلسل کئی دن بیٹھ کر انہوں نے شریعت آرڈیننس تیار کروایا تھا اور جسے موجودہ بل کی تدوین میں پیش نظر رکھا گیا ہے۔

شریعت بل کے مخالفوں کے رنگا رنگ نکتہ ہائے نظر ہیں' بائیں بازو والوں پر تو واقعی قیامت ٹوٹ پڑی' ان کے نزدیک تو یہ بل وڈیروں اور ملاؤں میں جوڑ توڑ کا نتیجہ ہے۔ اس سے نہ صرف جاگیرداری نظام کو فروغ ملے گا بلکہ گماشتہ سرمایہ داروں کو مضبوطی حاصل ہو گی (حالانکہ قرآن زمین کو اللہ کی ملکیت قرار دیتا ہے (الارض للہ) اور ارتکاز دولت کا شدید مخالف ہے) صنعتیں نجی ملکیتوں میں چلی جائیں گی (معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تک پاکستانی کیمونسٹوں اور سوشلسٹوں کو یہ خبر نہیں پہنچی کہ روس کے کرتا دھرتا صدر گورباچوف اپنی

سلطنت میں آزاد مارکیٹ اکانومی (معاشیات) کے فروغ کے درپے ہیں اور انہوں نے اس کے اجراء کے لئے ملک میں ریالزیشن کا حکم بھی دے دیا ہے جس کی رو سے اور تو اور روٹی کی قیمت کم از کم تین گنا ہو جائے گی نیز اگر انہیں کوئی خریدنے والے ملیں (ایسے خریدار امریکہ، مغربی جرمنی اور جاپان سے ہی دستیاب ہو سکتے ہیں) تو وہ حکومت کی تحویل میں تمام کارخانے ان سرمایہ داروں کے ہاتھ بیچ ڈالیں۔ یہ حشر ہوا ہے صنعتوں کے قومیانے کا کہ سیاسی آزادی کی سانس ملتے ہی راتوں رات مشرقی یورپ کی کیمونسٹ حکومتوں کے تختے ہی نہ الٹ گئے بلکہ ہر پایہ تخت میں مارکسٹ لٹریچر جلایا گیا اور لینن کے نصب شدہ بتوں کو پاش پاش کیا گیا۔ اگر کہیں یہی آزادی سوویت یونین کے عوام کو نصیب ہو جاتی تو اس کے بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے اسی ڈر سے گورباچوف نے برائے نام کیمونسٹ پارٹی کو اقتدار اعلیٰ کی اجارہ داری کے مقام سے تو ہٹایا لیکن عام انتخابات نہ کرائے کہ کوئی دوسری پارٹی نہ ابھر آئے یا ملکتیں مرکز سے بغاوت نہ کر جائیں بلکہ اسی کیمونسٹ پارٹی سے اپنی فرعون نما آمریت (اختیارات کے اعتبار سے زار روس تو گورباچوف کے سامنے صوبائی اہلکار نظر آتا ہے) پر مہر توثیق ثبت کروائی لیکن مجھے نظر نہیں آتا کہ گورباچوف کی آمریت بھی روس کی گہری اقتصادی بدحالی اور نظریاتی بے بصری سے عہدہ برآ ہو سکے کیونکہ اختیارات کے اثر و نفوذ کی بھی حد ہوتی ہے۔ طاقت اختیارات سے نہیں مقبولیت عامہ سے حاصل ہوتی ہے، کتنے فوجی اور سویلین آمر آئے اور عوامی مخالفت کے سامنے عاجز آ گئے، جگ موہن کے پاس کتنے وسیع مردم کش اختیارات تھے لیکن کیا وہ کشمیر کی جنگ حریت پر قابو پا سکا؟ (قابو کیا پاتا الٹا اپنی گردن بچانے کو مستعفی ہو گیا) ہمارے بائیں بازو والوں کو یہ مشکل ہے کہ وہ روس کے وفادار ہیں یا ہندوستان کے طرفدار، نہیں ہوئے تو پاکستان کے نصیب نہیں ہوئے۔ اسی لئے ایک بار مجھے فیض کی مدح میں لکھنا پڑا "فیض بڑا شاعر ہے، کاش کہ وہ میرے ملک کا شاعر ہوتا" اسے پاکستان کا ظہور "یہ داغ داغ اجالا، یہ شب گزیدہ سحر" کے سوا کچھ نظر نہ آیا اسے نظر نہ آیا کہ وہ اسلامی نشاۃ ثانیہ کی تمہید ہے، ان لوگوں کی دانست میں اسلام کی درخشاں تاریخ و تہذیب "ظلم و جہل" جارحیت اور بہیمیت سے عبارت ہے کیا تعجب کہ وہ آج مغرب کی اسلامی بنیاد پرستی تحریک کے دست راست ہیں اور شیطانی آیات کا ملعون رشدی ان کا سرخیل ہے۔ قرآن معاصر

سے کیا مشابہت کہ وہ شریعت بل کے آئینے میں ملاؤں کا راج، سرمایہ داروں کا عروج، عورت کی پستی، تعلیم و سائنس کی گراوٹ اور معاشرے کی زبوں حالی اور رجعت قہقری کی تصویر دیکھتے ہیں۔

وہ یہ دیکھنے سے قاصر ہیں کہ یہ بل ان قوانین سے ماخوذ اور مستنبط ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے انسانی ضابطہ حیات کے لئے متعین فرمایا ہے اور جن میں انسانی مصلحت (اکثریت اور اقلیت) کا کوئی عمل دخل نہیں، جو مصلحتوں پر مبنی نہیں ہوئے، جو فطرت انسانی کی صحیح نشوونما کے لئے نازل کئے گئے ہیں پھر مخالفوں میں سے ایک طبقہ ایسا ہے جو اسلام کو مغربی انداز فکر میں دیکھتا ہے وہ اسے مسجد میں، تہذیب میں تو پہچانتا ہے لیکن بصورت قانون قبول کرنے کو تیار نہیں یہ تو پرانا ہے چودہ سو سال پہلے نازل ہوا تھا وہ دور حاضرہ میں کیونکر چل سکتا ہے؟ کیونکر اس کے تقاضے پورے کر سکتا ہے؟ عجب چیز ہے لیکن یہی لوگ انگریز کے صدیوں سال پہلے پارلیمنٹ کے بنائے ہوئے قوانین کو قبول کرنے (اور ان پر عمل کرنے کہ ہم انگریزوں کے زیر اقتدار رہے ہیں) کو راضی ہوں گے بلکہ انہیں اپنے سابقہ آقاؤں کی قدامت پرستی پر کچھ ناز سا محسوس ہوتا ہے کہ دیکھو کتنے مضبوط کردار کے لوگ ہیں، کیسے اپنی روایتیں قائم رکھتے ہیں۔ اس طبقے کو قرارداد مقاصد نے چونکایا تو ضرور ہوگا لیکن جب اس کے بعد عملاً کوئی اقدام نہ اٹھایا گیا تو قرارداد کی ایک علامتی اعلان کے سوا کوئی اہمیت نہ رہی۔ پاکستان کو "اسلامک ریپبلک" کہا گیا تو بھی کچھ فرق نہ پڑا، ایوب، یحییٰ اور بھٹو کے ادوار تو بے خوف ہی سے گزرے البتہ ضیاء الحق کا دور بے چینی کا باعث ہوا کہ بر وقت سے "اسلام، اسلام" کا شور سنائی دیا اور اس کے نفاذ میں کئی اقدامات بھی لئے گئے، اگرچہ خالصتاً شریعت کا دور دورہ شروع نہ ہوا لیکن اسلامیت دلوں میں رچ بس گئی اور اقوال و اعمال کی کسوٹی قرار پائی لیکن اصل معاملہ تو اب چلا ہے جب پانچ سال سے پیش کردہ شریعت بل سینٹ سے منظوری حاصل کر چکا ہے اور اس میں بھی ضیاء الحق کا ہاتھ ہے کہ دستور میں آٹھویں ترمیم سے پہلے قومی اسمبلی کو قانون سازی میں پہل کرنے کی اجارہ داری حاصل تھی، قانون سازی سینٹ میں نہ شروع کی جا سکتی تھی وہاں کوئی بل پیش نہ ہو سکتا تھا، اس کا کام صرف قومی اسمبلی سے بھیجے ہوئے مجوزہ قانون کی نظر ثانی کرنا ہوتا تھا اور جس کے ساتھ ہی اس کا فرض ختم ہو جاتا تھا کہ اگر سینٹ کے منفی رد عمل

کے باوجود قومی اسمبلی دوبارہ اس قانون کو پاس کر دیتی تو گویا اس پر حرف آخر کہہ دیا جاتا، اسی لئے اب کہا جا رہا ہے کہ سینٹ کو بل پاس کرنے کا کیا حق ہے وہ تو منتخب عوامی ادارہ نہیں، نمائندہ ادارہ تو قومی اسمبلی ہے (اور اس پر زور دیا جا رہا ہے کہ وہ شریعت بل کو مسترد کر دے) حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ سینٹ بھی بالواسطہ منتخب ادارہ ہے اور اس کے ارکان کو صوبوں کی منتخب اسمبلیاں منتخب کرتی ہیں۔

پیپلز پارٹی حلقوں، سرکاری وظیفہ تو اس بیان سے اظہر من الشمس ہو گیا جو اس کے اہم وزیروں نے دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ قومی اسمبلی میں مخالفت کی ہر راہ سوچیں گے۔ ایک موقف تو یہ ہے کہ دستور میں پہلے ہی اس بات کا اہتمام کر دیا گیا ہے کہ کوئی غیر اسلامی قانون سازی نہ ہو، یہ اقدامی شق خود بخود دستور کو اسلامی قالب میں ڈھال دیتی ہے لیکن یہ غلط استدلال ہے اور منفی طرز عمل کی غمازی کرتا ہے، کیا اگر برطانوی پارلیمنٹ اس اصول پر عمل کرے تو اس کی ریاست اسلامی ہو جائے گی؟ ہرگز نہیں، اسلام کے اپنے مثبت مقاصد اور اہداف ہیں اور اسلامیت کا تقاضا ہے کہ مثبت طور پر ان مقاصد اور اہداف کا تعاقب کیا جائے اور ان پر مملکت کی کل پالیسیوں کی اساس رکھی جائے ورنہ نہ صرف اکثریت کے زور پر من مانی قانون سازی کی جائے گی جسے اسلامی قرار دینے کے لئے خوشامدی سیکولر مزاج مفتیوں کی دستیابی کی کوئی کمی نہ ہو گی۔ اس عمل سے انارکی اور انتشار تو پیدا ہو گا لیکن جسد سیاست اسلامی نہ بنے گا۔ اس کے خلاف شریعت کی حدود کی گرفت سے نکلنا محال ہے اور یہی اسلام میں پورے طور پر داخل ہونے کا مطلب ہے۔ لیکن دوسرا طریقہ جو وہ اختیار کر سکتے ہیں وہ مختلف فرقوں اور مکاتب فکر کے فروعی اختلافات کو بھڑکانا ہے تاکہ شریعت بل کو متنازعہ بنایا جاسکے بنایا جائے۔ اب اس سلسلے میں چند گزارشات قابل غور ہیں ایک تو یہ کہ برسراقتدار پارٹی کو جو ملک میں شہریوں کے درمیان امن وامان، صلح و آشتی قائم رکھنے کی ذمہ دار ہے یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ مذہبی تفرقات کو ہوا دے اور لاء اور آرڈر کی صورتحال کو خراب کرے، ہمارے ہاں نسلی اور لسانی محرکات سے پہلے ہی کافی فسادات بپا ہیں اور حد سے زیادہ جانی و مالی نقصانات برداشت کیے جا چکے ہیں۔ قومی جسد سیاست کو مزید زخموں کی تاب نہیں۔ دوسرے شریعت کے نفاذ سے مسلمانان پاکستان اسلام کی طرف رجوع کریں گے وہ اسلام جو دلوں کو جوڑنے والا ہے وہ اسلام جس نے الف مین

تھیکم کا مظہر رونما کر کے برصغیر میں مسلم قومیت کو جنم دیا اور جس کی بنا پر پاکستان معرض وجود میں آیا، شریعت کا نفاذ اس وعدے کی ہی تکمیل نہ ہو گا جو ہم نے تحریک پاکستان کے دوران ۔

پاکستان کا مطلب کیا

لا الہ الا اللہ

پکار کر کیا تھا بلکہ ان روحانی امراض کا بھی علاج ثابت ہو گا جو قوم کو گھن کی طرح لگے ہوئے ہیں۔ اسی میں ہماری پریشان نظری کا دارو ہے، تیسرے جہاں بے شک مختلف مکاتب فکر میں فروعی اختلافات ہیں، شریعت بل میں زور بنیادی اتفاقات پر دیا گیا ہے مستزاد اس کی اساس اس حد تک وسیع ترین مشاورت پر رکھی گئی کہ بل کو قریب قریب اجماع کی صورت حاصل ہو گئی ہے۔ اس پر بھی اگر اختلاف رائے یا فنی تجویز کی کوئی گنجائش رہ گئی ہو تو وہ قومی اسمبلی دونوں ایوان کے اجتماعی اجلاس (جسے شرارت پسندوں نے پی پی پی اور آئی جے آئی کے دونوں کی کشتی کر کے سیاسی اکھاڑہ بنانے کی کوشش کی ہے) یا خود بعد ازاں سینٹ میں اس کا تدارک کیا جا سکتا ہے۔ چوتھے بعض گوشوں کی طرف سے یہ اعتراض اٹھایا گیا ہے کہ بل ایک فرقے یعنی سنیوں کے نقطہ نظر کی عکاسی کرتا ہے۔ اول تو یہ غلط ہے کہ یہ بل ادبدا کر سنی زاویہ نظر سے تیار کیا گیا ہے اس کی تیاری میں شیعہ مشاورت اور معاونت پوری طرح شامل ہے حقیقتاً یہ اسلامی نقطہ نگاہ سے مدون کیا گیا ہے لیکن اصول اجماع کی روشنی میں اسے بہرحال اسی طرح پاکستان کی اکثریت کی ترجمانی کرنی تھی جس طرح ایران میں اسلامی دستور نے وہاں کی اکثریت کی ترجمانی کی ہے۔ اگر جمہوریت میں اکثریت کے فیصلے قبول کیے جاتے ہیں تو اسلام میں اجماع کا اصول نافذ ہو تو کیا حرج ہے۔ بہرحال پاکستان میں بھی اسی طرح دو شریعتیں نافذ نہیں ہو سکتیں جس طرح ایران میں صحیح طور پر نہیں ہوئیں، معاشرے پر ایک ہی قانون لاگو ہو سکتا ہے۔ اعتراض کرنے والے ذم کا انوکھے سے انوکھا پہلو نکال لیتے ہیں ایک وقت بعض حلقوں کی طرف سے یہ کہا جاتا تھا کہ اگر نظام اسلام اتنا ہی ضروری تھا تو صدر ضیاء الحق نے اپنے دور میں اسے کیوں نافذ نہ کر دیا کہ انہیں کلی اختیارات حاصل تھے اب وہی حلقے کہتے ہیں کہ یہ شریعت بل اس لئے ناقابل قبول ہے کہ یہ ان قوانین کا بھی احاطہ کرتا ہے (مثلاً حدود آرڈیننس) جو ایک "آمر" اور "غاصب" نے نافذ کیے تھے ان لوگوں کی منطق کا یہ معیار ہے

کہ خود ۸۸ء کے انتخابات میں منتخب ہوں تو جمہوریت پرست اور حریت پسند اور اگر میاں نواز شریف اگلے انتخابات میں دو تین نشستوں سے کامیاب ہوں تو رجعت پسند اور آمریت پرست کا لقب پائیں۔

شریعت بل کا سینٹ کی منزل کو طے کر لینا اگرچہ قدم اولیں ہے لیکن بہت مبارک اقدام ہے قانون معاشرے کی تنظیم کرتا ہے اور جس قانون کے ڈھانچے میں معاشرہ ڈھل جائے یا ڈھال دیا جائے وہی شکل وہ معاشرہ اختیار کر لیتا ہے ہم نے ابھی تک بنظر غائر جائزہ نہیں لیا کہ سوا ڈیڑھ سو سال میں ہم کس قدر انگریزوں کے رنگ میں رنگے گئے' بے شک مدت مدید تک مسلمانوں کی طرف سے انگریزی تعلیم و تہذیب کا مقاطعہ اور مزاحمت ہوئی اور اس خارزار رستے میں بہت قربانیاں دینی پڑیں لیکن بالآخر حکم کے سامنے سر جھکانے کے سوا چارہ نہ رہا۔ جسمانی قوی جاتے رہے ہندو سب کچھ کرتا رہا آدھی صدی پیشتر سے ہندو برضا و رغبت کر رہے تھے۔ دراصل انگریزوں کی غلامی میں ہندوؤں کو کچھ کھونا نہ تھا بلکہ سب کچھ حاصل ہی کرنا تھا (مشہور ہندو مصنف نراد چودھری کا کہنا ہے کہ ہندو اور ہندوستان جو کچھ بنا' انگریزوں کے طفیل بنا) لیکن انگریزوں کی غلامی میں مسلمانوں کو تہذیبی اور مذہبی طور پر کھونا ہی کھونا تھا یہ نہیں کہ مسلمانوں میں اسلام کے داعی اور محافظ نہ پیدا ہوئے لیکن ان میں (خاص طور پر ان میں جو انگریزی تعلیم یافتہ تھے) احساس کمتری جھلکتا تھا اور ان کے خیالات پر پسماندانہ ذہنیت کا نقش غالب تھا اور یہ فطری امر تھا کہ جس طرح جج کے سامنے کیس پیش کرتے ہوئے وکیل نیازمندانہ طرز استدلال و طرز عمل اختیار کرنے پر مجبور ہوتا ہے اسی طرح مسلمان مفکر اور اہل قلم کی بھی یہی کوشش ہوتی کہ وہ جو خیالات پیش کریں وہ مغرب کے اقدار اور افکار کے معیار پر پورے اتریں' مفکروں کے اس مسلسل رویے نے ہمارے مسلم معاشرے میں عجب صورتحال پیدا کی اگر ایک طرف ایسے گروہ اٹھے جنہوں نے انگریزوں کو قابل پذیرائی اور لائق حکمرانی سمجھا اور انہیں جمہور اسلامی اصطلاح میں اولوالامر ٹھہرایا (ایسے ہی ایک گروہ نے مرزا غلام احمد قادیانی کی نعوذ باللہ "نبوت" کا پرچم لہرایا اور انگریز کی تابعداری کو "دین" کا ستون قرار دیا) تو دوسری طرف ایسے مصنفین اٹھے جنہوں نے اسلام کے متعلق جو کچھ لکھا وہ مغربی مستشرقین کی نظریاتی یورش کے مقابلے میں لکھا اور گو وہ کوشش زمانے کے حالات کی روشنی میں قابل ستائش اور لائق تحسین تھی لیکن ان کی تحریریں لابدی طور پر حقی مواد کی حامل تھیں وہ پسپائی کا مظہر تھیں کہ وہ مدافعانہ انداز میں لکھی گئی تھیں اور ان کا معذرت خواہانہ ہونا لازمی تھا ان سے اسلام کی مثبت تصویر کشی نہیں ہوتی کہ وہ حریت فکر و نظر کی روح سے عاری ہیں میرے خیال میں ماڈرن ماحول میں اقبالؒ وہ پہلا مفکر ہے جس نے اسلام کو مغربی افکار و اقدار سے کلیۃً بجنسہ آزادی کے آئینے میں دیکھا اور مغرب کے خلاف پانسہ پلٹ کر مغرب کے پیدا کردہ دور حاضرہ کو اسلام کی کڑی کسوٹی پر پرکھا اور فیصلہ دیا۔

تمہاری تہذیب خود اپنے خنجر سے خودکشی کرے گی
جو شاخ نازک پہ بنے گا آشیانہ ناپائیدار ہو گا

اس طرح آہستہ آہستہ مسلمانان برصغیر کی غلامانہ فکر کی تاریکی کے بادل چھٹے اور قائداعظمؒ نے تحریک پاکستان کی بنیاد مسلمانوں کے مخصوص اور انوکھے "نظریہ حیات" پر رکھی۔ مسلمانوں کی سات سالہ (۱۹۴۰ء تا ۱۹۴۷ء) جدوجہد آزادی دراصل احیائے اسلام کی جنگ تھی کہ الگ آزاد اور خود مختار ملک کے بغیر اسلام کے قوانین و اقدار پنپ ہی نہ سکتے تھے۔ وہ اگر اہل کتاب عیسائیوں (انگریزوں) کے ماتحت پھر وہ ہو گئے تو سراسر بت پرست کافر' ہندو مت کے نیچے کس طرح پروان چڑھ سکتے تھے لیکن پاکستان بننے کے بعد بھی مغربی تہذیبی اثرات دین متین کے نفاذ ہونے میں حائل رہے تا آنکہ ع

کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے

اور سینٹ میں شریعت بل پاس ہو گیا اور گو ابھی مکمل نفاذ اسلام کے لئے کئی منزلیں طے کرنا باقی ہیں پھر بھی ہم اس وقت بہت فیصلہ کن موڑ پر کھڑے ہیں اور میں اس کے کو پہنچنے سے پہلے اس ساعت کی مانند دیکھ رہا ہوں جس کے آفاق میں طلوع کے لئے خالق دو جہاں نے اپنے آپ کو فالق الاصباح (صبح کا تڑکا کرنے والا) کے سحر انگیز و انقلاب آفریں کردار میں پیش کیا۔ سینٹ نے بھی شریعت بل کو پاس کر کے صبح کے تڑکے کی نوید دی ہے لیکن ابھی طلوع صبح میں وقت اور مراحل کا فاصلہ سد راہ ہے۔

پھر جب شریعت بل قومی اسمبلی سے یا اختلاف کی صورت دونوں ایوانوں کے اجتماعی اجلاس کے ذریعے ایکٹ بھی بن جائے یعنی نافذ العمل بھی ہو جائے تو بھی نظام اسلام کے نفاذ کے لئے ایک اشد شرط کا پورا ہونا باقی رہ جاتا ہے۔ شریعت بل قرآن و سنت پر مبنی قوانین کا مجموعہ ہے لیکن کیا قوانین دساتیر

از خود چالو ہو سکتے ہیں کیا انہیں نافذ کرنے کے لئے کسی قوت نافذہ کی ضرورت نہیں؟ کیا جس طرح موٹر کار کو چلانے کے لئے انجن کی طاقت کی حاجت ہے اسی طرح قوانین کو چلانے کے لئے حکومت کی طاقت کی حاجت نہیں؟ ظاہر ہے کہ نظام اسلام میں نظام حکومت کا بندوبست لازمی ہے' شریعت تو ع

چراغ راہ ہے منزل نہیں

بالفاظ دیگر شریعت بمنزلہ چار دیواری (تلک حدود اللہ) ہے' اس کے اندر دخول کا انتظام اور اس کے اندر نظم و نسق کا کام شریعت کی قوت نافذہ یا نظام حکومت ہی سرانجام دے سکتا ہے' ورنہ اسلام کی اس چار دیواری کے متعلق وہی کچھ کہا جائے گا جو ڈاکٹر جاوید اقبال نے جمہوریت کی تعریف میں کہا کہ یہ اسلام کے "قریب تر" ہے (خواہ وہ وڈیروں اور نودولتیے لیڈروں کے کوکھ سے نمودار ہو جیسا کہ ہمارے صورتحال ہے) گویا ہم اسلام کی ہمسائیگی میں تو رہیں گے لیکن اس کی حدود میں داخل نہ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے بلکہ اس کی چار دیواری کے اردگرد چکر لگا کر غیر اسلامی نظام تلے زندگی گزارنے کو ترجیح دیں گے تو پھر اسلام کا حوالہ دینے کا تکلف کیوں! پھر تو آپ آئیڈیل سیکولر سوسائٹی میں مگن رہئے جسے آپ نے اسلامی سوسائٹی کا مماثل اور متبادل قرار دیا ہے' اسلامی معاشرے کے بارے میں ہمارے ہاں یہ غلط فہمیاں کیوں پیدا ہو رہی ہیں؟ اس کی وجہ صاف اور واضح ہے ہمارے علمائے کرام نے اب تک نظام اسلام کا مطلب صرف اور محض اسلامی قوانین کی تدوین اور اجرا کیا ہے خواہ اس کی تدوین اور اجرا کسی نوع اور رنگ کی حکومت کے ہاتھوں سے ہو۔ انہوں نے یہ نہ سوچا کہ شریعت کسی سیکولر' جمہوری یا سوشلسٹ حکومت کے ہاتھوں نافذ نہیں ہو سکتی شریعت وہی حکومت نافذ کر سکتی ہے جو اس پر ایمان رکھتی ہو اور اپنے آپ کو اس کا پابند کرنے کو تیار ہو۔ کمیونزم کو کمیونسٹ حکومت نے نافذ کیا اور جب کمیونسٹ لیڈروں کا کمیونزم سے ایمان اٹھ گیا تو روسی حکومت کا کردار بھی بدل گیا۔ ایسی حکومت کا خاکہ خود نظام اسلام کے قوانین میں موجود ہونا چاہئے ایسا ہوتا تو شریعت بل کے پیش ہونے کے ساتھ ہی قوم کے سامنے ایک ایسی اسلامی حکومت کی تصویر کھنچ جاتی جو شریعت کو نافذ کرنے کے فریضے پر مامور ہوتی اور جب بل ایکٹ میں تبدیل ہو جاتا تو اس اسلامی حکومت کی تشکیل کا فوراً مرحلہ آ پہنچتا اور با ایں طور اسلامی انقلاب بروئے کار آ جاتا لیکن اب کیا صورت ہے؟ آپ شریعت بل یا ایکٹ کے نفاذ کی ذمہ داری ایسی حکومت پر ڈال رہے جو سرے سے شریعت کے نفاذ کی مخالف ہے اور وہ اس بل کو ناکام بنانے میں ایڑی چوٹی کا زور لگائے گی۔ ہماری مشکل یہ ہے کہ بہت کم علمائے کرام کو دور حاضرہ کے مزاج سے شناسائی ہے۔ سوشلزم اور کمیونزم کو تو وہ روس کے حوالے سے سمجھ جائیں گے کہ دہریت مآب ہیں اور مسلمانوں کے لئے ناقابل قبول ہیں (گو بھٹو بزرگ کے زور میں "دیدہ ور" کے مصنف مولانا کوثر نیازی نے "اسلامی سوشلزم" کی لایعنی اصطلاح گھڑنے میں کوئی مضائقہ نہ سمجھا) لیکن سیکولرازم اور جمہوریت کا جادو چل جاتا ہے اس کی تاریخی وجہ ہیں سیکولرازم تو اس لئے لائق تحسین گردانی گئی کہ سیاست میں اس سے مذہب سے وابستگی (مغربی زبان میں "مذہبی جنون") کے خلاف لادینیت کی غیر جانبداریت ٹپکتی ہے اور عدل و انصاف کی بو آتی ہے (نیز چونکہ وہ مغرب کی گریڈ ہے اسے یقیناً مستحسن قرار دیا جائے گا ع (وہی زیبا ہے آزاد بندے کمیں زیبا) اور اسی لئے اس کی نیک نامی سے فائدہ اٹھانے کے لئے پاکستان کی مذہبیت (تھیا کریسی) کے خلاف ہندوستان نے سیکولرازم کو اپنایا (حالانکہ جتنا مسلم خون ہندوستان میں بہا ہے اور بہہ رہا ہے' اس کی مثال کرہ ارض کے کسی اور ملک میں نہیں ملتی) جمہوریت کا اس لئے نام چلا کہ وہ آزادی اقوام کے مترادف بن گئی جبکہ اس ضمن میں ہماری تحریک آزادی استثنائی حیثیت کی حامل ہے کہ پاکستان جمہوریت کو مسترد کر کے مسلم قومیت کی بنا پر بنایا گیا' لیکن جمہوریت کا اصل نکتہ یہ ہے کہ یہ سیکولرازم پر مبنی ہے جس کا مطلب غیر جانبداریت' عدل و انصاف نہیں بلکہ یکسر اللہ اور آخرت کے تصور کا انکار اور استرداد ہے (کسی انگریزی ڈکشنری میں سیکولرازم کے معنی دیکھ لیں) اسی لئے جمہوریت میں قوم کی مطلق العنانیت کا نظریہ جاگزیں ہے اور اسی بنیادی نظریئے کے حوالے سے پارلیمنٹ میں اکثریت کو قانون سازی کا مطلق اختیار حاصل ہے۔ اب جمہوریت کے ان اساسی معتقدات کو جمع کیجئے دہریت' انسانوں کی مطلق العنانیت اور اکثریت کا محدود حق قانون سازی' جمہوریت کی اس حاصل جمع کا اسلام کے معتقدات اور قرارداد مقاصد سے موازنہ و مقابلہ کیجئے۔ مسلم معاشرے میں مخلوق خدا مطلق العنان نہیں ہو سکتی اسی لئے قرارداد مقاصد میں (جو اب دستور میں قابل عمل شق کے طور پر داخل ہے) مطلق العنانیت اللہ تعالیٰ سے منسوب کی گئی ہے اور قوم کے ملک گیری کے اختیارات اللہ تعالیٰ کے

نائب کی حیثیت (خلیفتہ اللہ) سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تفویض کئے گئے ہیں جو قرآن اور سنت کی حدود میں ہی استعمال کئے جا سکتے ہیں۔ اسلام اور جمہوریت کے درمیان اس بین زمین و آسمان کے فرق کی روشنی میں شریعت کا نفاذ کسی ایسی حکومت کو کیونکر سونپا جا سکتا ہے جو سرتاپا اسلام کے رنگ میں ہی نہ رنگی ہو (حالانکہ ومن احسن من اللہ صبغہ) بلکہ علی الاعلان سیکولرازم اور سوشلزم کی نام لیوا ہو۔ اس کا صاف مطلب ہے کہ شریعت بل میں قوت نافذہ (نظام حکومت) کے ضمن میں خلا پر کرنے کی ضرورت ہے۔

سوال ہے کہ اس قوت نافذہ یا اسلامی نظام حکومت کے خدوخال کیا ہوں؟ اس سوال کا جواب دینے کی حتیٰ الوسع کوشش کرنے سے پہلے میں ایک بات کی توضیح کرنا چاہتا ہوں ہمارے ہاں ایک رسم پڑ گئی ہے کہ جہاں کسی نے نافذ و رواں نظام جمہوریت کی واضح خرابیوں کی نشاندہی کی اسے فوراً آمریت کا حامی قرار دے کر چپ کرانے کی کوشش کی گئی ہے، موجودہ حکومت کی وسیع پیمانے پر کرپشن کا ذکر کرو تو کہا جاتا ہے کہ یہ اپوزیشن کے عناصر مارشل لاء کے نفاذ کی راہ ہموار کرنا چاہتے ہیں اور کوئی یہ سوچنے کی زحمت گوارا نہیں کرتا کہ اس قسم کی تبدیلی سے پنجاب اور بلوچستان کی حکومتوں کو کیا فائدہ حاصل ہو گا ان کی صفیں بھی تو لپیٹی جائیں گی۔ سو آمریت، فوجی آمریت موجودہ جمہوریت کا متبادل نہیں ہے اس کا متبادل اسلامی نظام حکومت ہے جس کی دو غیر معمولی خصوصیات ہیں، ایک تو اس کی بنیاد قانون الٰہیہ پر قائم ہے یہ قانون اکثریت و اقلیت کے فساد سے پاک کسی قسم کی عصبیت سے بالاتر ہے ہر رو رعایت سے منزہ یہ انسان کو بحیثیت انسان دیکھتا ہے اور اسے ان اکرمکم عند اللہ اتقکم (تم میں اللہ کے نزدیک معزز وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے) کی کسوٹی پر جانچتا ہے۔ اب مساوات کا (جو جمہوریت ظاہراً طور پر اپنا طرہ امتیاز قرار دیتی ہے لیکن ہمیں عملی طور پر عمل و تجربہ ہے کہ کوئی بے وسیلہ آدمی اس نظام میں آگے نہیں بڑھ سکتا) اس سے ارفع تصور ہو سکتا ہے کہ انسان، شہری اپنے اعمال کے حسن و قبح پر جانا جائے تو سب سے پہلے قانون اسلام کے نفاذ سے یہ اثر ہو گا وطن کے تمام لوگ مساوات کی ایک سطح پر کھڑے ہو جائیں گے اور کسی طبقے کو یہ شکایت نہ ہو گی کہ وہ جماعتی اور متعصبانہ سلوک کا شکار ہو گا۔ قرآن و سنت کے بنیادی قوانین کی مرور ایام کے ساتھ بدلتے ہوئے حالات میں تشریح کے لئے یقیناً ایک مجلس شوریٰ کی ضرورت ہو گی اس میں ملک کے ہر مکتب فکر کے جید علماء و فقہا تو ہوں گے ہی لیکن ان میں مختلف شعبہ ہائے زندگی کے ماہرین کی نمائندگی بھی ضروری ہے اور ہمارے ہاں متعدد ادارے ہیں (مثلاً یونیورسٹیاں، چیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹری، ایسوسی ایشن آف سائنٹفک ریسرچ، لیبر یونینز، ایڈیٹرز کونسل، ڈاکٹرز، جرنلسٹس آرگنائزیشنز، سٹوڈنٹ ہاؤسز، ڈسٹرکٹ کونسلز وغیرہ وغیرہ) جو ان ماہرین کی فراہمی کا بطریق احسن انتظام کر سکتے ہیں اور اس مجلس کو قطعی عوامی رنگ دے سکتے ہیں۔ عوامی رنگ تاکہ جمہوری شکل کہ اکثریت من مانی کرے اور حقوق العباد کو ملیامیٹ کرے۔ نظام حکومت کا دوسرا شعبہ انتظامیہ ہو گا جو شریعت کے نفاذ کا ذمہ دار ہو گا۔ اسلامی روایت کے مطابق اس کا سربراہ امیر اور صدر ہی ہونا چاہئے (جو افواج پاکستان کا بھی کمانڈر انچیف ہونا چاہئے، امریکی صدر بھی افواج کے کمانڈر انچیف ہیں) وہ اپنے اعمال کا مجلس شوریٰ کے علاوہ نظام حکومت کے تیسرے شعبے یعنی عدلیہ کو بھی جوابدہ ہو گا کہ اس کے سامنے ہر مسلمان اپنی شکایت بیان کر سکے گا۔ بعض ناعاقبت اندیشوں نے قاضیوں اور مفتیوں کی تقرری کو عجوبہ قرار دیا ہے یہ انگریز راج کی برکتیں ہیں ورنہ عالم اسلام میں قرنہا قرن قاضیوں نے ہی فیصلے دیئے اور مفتیوں نے ہی معاملات کے لاینحل نکات کو واضح کیا۔ جب شریعت ہی معیار کردار اور کارگزاری ٹھہرا تو اس ضمن وہی طبقہ اہل رائے قرار دیا جائے گا جو شریعت کا علم و ادراک رکھتا ہو۔ یہاں میں اس مختصر مضمون میں بحث کو مزید طول نہیں دینا چاہتا کہ شریعت کی قوت نافذہ یا اسلامی نظام حکومت کے ان تین اہم شعبوں کی طرف ہلکا سا اشارہ ہی مقصود تھا۔ یہ تاریخی حقیقت پیش نظر رکھنی چاہئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے میں تشریف لاتے ہی نظام حکومت قائم کیا حالانکہ قوانین کی تفاصیل آہستہ آہستہ اگلے تیرہ سالوں میں نازل ہوتی رہیں۔ اس سے یہ نکتہ واشگاف ہوتا ہے کہ اسلامی نظام حکومت کا قیام کس اشد اور نازک اہمیت کا حامل ہے کہ اس کے بغیر شریعت نافذ نہیں ہو سکتی، نظام حکومت ہی وہ ہے جس کے پیچھے سے شریعت گزرتی ہے اور ہم اسے قائم کرنے کے اس لئے بطور خاص مکلف ہیں کہ ہمارے پاس پوری شریعت موجود ہے۔

آخر میں یہ بات کہنی ضروری ہے کہ شریعت بل کو ایکٹ بننے میں قطرے کو گوہر بننے سے کم دشوار گزار راہوں سے نہ گزرنا پڑے گا۔ اوپر مشکلات کے واضح اشارے ہو چکے ہیں۔ برسراقتدار پی پی پی نے اپنے موقف کا اعلان کر دیا ہے لیکن

ابھی یہ دیکھنا باقی ہے کہ وہ اپنے مقصد کے حصول کے لئے کیا راہ عمل اختیار کرتی ہے۔ ایک طریقہ تو یہ ہے کہ بل کو (جو کہ سینٹ میں پرائیویٹ بل تھا لیکن پاس ہو جانے کے بعد سرکاری نوعیت اختیار کر گیا ہے اور حکومت کی طرف سے ہی پیش ہو سکتا ہے) قومی اسمبلی میں لا کر مختلف جہات (سیکولر اور فرقہ وارانہ) سے تختہ تنقید و مخالفت بنایا جائے اور اسے کھلی شکست دلوائی جائے۔ لیکن اس صورت میں (یا بل میں ترمیم کی صورت میں) سینٹ اور قومی اسمبلی کا اجتماعی اجلاس بلوانا ضروری ہو جائے گا اور حکومت کو ڈر ہے کہ وہاں آئی جے آئی کی اکثریت کی بنا پر بل پاس ہو جائے گا تو حکومت اس قسم کا خطرہ مول لینے کو تیار نہ ہوگی لیکن اس کے پاس ایک متبادل راہ ہے اور وہ یہ کہ شریعت بل کو قومی اسمبلی میں پیش ہی نہ ہونے دیا جائے اور دو ماہ کی مدت (جس میں اسے قومی اسمبلی سے گزر جانا چاہئے) ٹال مٹول میں گزار دی جائے۔ اغلب امکان ہے

کہ وہ یہی راہ اختیار کرے گی کہ اگر بل کی قومی اسمبلی میں پیش ہونے کی نوبت ہی نہ آنے دی جائے تو نہ صرف بل اپنی موت آپ مر جائے گا بلکہ دونوں ایوانوں کے اجتماعی اجلاس کا خطرہ بھی ٹل جائے گا۔ حکومت کے اس طرز عمل کی کاٹ کا ایک ہی حربہ ہے اور وہ یہ کہ ملک میں شریعت بل کے حق میں اسی زور اور دلجمعی سے پروپیگنڈہ کیا جائے جس سطح پر مسئلہ "ختم نبوت" پر کیا گیا تھا اور جس کے سامنے بھٹو صاحب کو سر تسلیم خم کر کے قادیانیوں کو خارج از اسلام قرار دینا پڑا تھا۔ اس پروپیگنڈے کو یقیناً بھرپور سطح پر چلانے کی ضرورت ہے اور آئی جے آئی کا فرض ہے کہ وہ اپنے نام کی لاج کے لئے اس میں بھرپور حصہ لے کہ اس سے اسے سیاسی فوائد بھی حاصل ہوں گے لیکن اس کا اصل فورم مساجد ہیں اور یہ علمائے کرام کا فریضہ ہے کہ وہ بلا امتیاز جماعت اپنے اپنے وابستگان کو مسجدوں میں شریعت بل پر ایک نامنقطع سلسلہ خطبات شروع کرنے کی ہدایت کریں تا آنکہ بل کے ایکٹ میں تبدیل ہونے کا مرحلہ اختتام تک پہنچ جائے۔

میرے خیال میں ہماری قوت نے پچھلے بیالیس برسوں میں شریعت بل پاس کرنے سے زیادہ مثبت کوئی کام نہیں کیا اور محبان وطن کو چاہئے کہ وہ اسے اس کے منطقی انجام تک پہنچائیں۔ مجھے وثوق کامل ہے کہ اس کی برکت سے ہمارے دوسرے دلدر بھی دور ہو جائیں گے۔

(بشکریہ روزنامہ جنگ ۲ جون)